مطالعہ قرآن: جدید و قدیم چیلنجز اور عائلی حیات کی تفہیم نو

ڈاکٹر غلام شبیر* اور شافعہ جمیل**

خلاصہ:

قرآن اپنی تفہیم میں بڑی حد تک خود کفیل ہے گویا شان نزول سے زیادہ اپنے نظم اور ترتیب سے سمجھے جانیکا متقاضی ہے۔ اہل اسلام اور مستشرقین نے قرآنی آیات کو سمجھنے میں جگر کاری کی مگر وہ آیات ان کی نظروں سے اوجھل رہیں جو کثیر الجہت، رنگا رنگ، تہہ در تہہ بلند مفاہیم رکھتی ہیں۔ یونانی فلسفے کی یلغار نے قرآن کو وضعیت اور صنعت کے قالب میں ڈھالا تو منطق اصطلاحات سے اس کی معنی آفرینیوں کا سورج گہنا گیا۔ آج اگر قرآن کو اس کے مخصوص عہد کے قانونی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کے دائمی نظام اخلاق و اقدار کا جائزہ لیا جائے تو زرعی سے صنعتی معاشرت میں تبدیلی سے جو چیلنجز در آئے ہیں ان سے بخوبی نمٹا جاسکتا ہے۔ یہ مقالہ لائبریری ریسرچ اور تعزیری سے زیادہ تعمیری اصولوں اور پہلوؤں کا جائزہ لینے پہ مبنی ہوگا۔ یہ ان غلطیوں کے ازالے کی کوشش ہے جو قرآن کو زرعی معاشرت کے چشمے سے دیکھنے کیوجہ سے لاحق ہوئیں۔ خاندانی وحدت کو قرآن کے حقیقی مدعا سے سمجھنے کی کوشش کی جائیگی۔ محاورہ عرب، تصریف آیات اور معاصر علوم میں جانکاری سے قرآن کے کثیر الجہتی پیغام کو سمجھنے کی کوشش ہمارے عہد کے عمومی اور عائلی حیات کے مخصوص جلتے بجھتے مسائل کی تفہیم میں مد ثابت ہوسکتی ہے، بشرطیکہ محض ماضی پرستی کی بجائے حال اور مستقبل پر بھی نگاہ ہو۔

کلیدی الفاظ: عائلی حیات، چیلنجز، معاشرہ، قدیم اور جدید طرز، خاندان، قرآن

قرآن کے تصور خاندان کے بدرجہ اتم ادراک کیلئے ضروری ہے کہ پہلے قرآن فہمی کی شاہ کلید ہاتھ آئے، قرآن کا تصور ملت آدم سمجھا جائے، تصور دین پر پڑی تاریخ کی گرد صاف ہو، کثرت مذاہب کے مظہر میں کار فرما مشیت الٰہیہ کو اوراق قرآنی سے گہرے معروضی ذہن و قلب سے سمجھا جائے۔ پھر قرآن و اسوہ رسول کی روشنی میں اسلام کا تاریخی حوادث سے پاک دیگر مذاہب سے حقیقی مدعا و تعامل سمجھا جائے۔

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ ہیومینیٹیز، کامسیٹ انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی، اسلام آباد

** لیکچرار شعبہ ہیومینیٹیز کامسیٹ انسٹیٹیوٹ آف انفارمیشن اینڈ ٹیکنالوجی، اسلام آباد

پھر قرآن کے تصور ملت اسلامیہ اور تصور خاندان کے باہمی حوائج و مقتضیات کا مطالعہ کرنا ہوگا جس کا ادراک ملت اسلامیہ اور مسلم فیملی یونٹ کے عصری مسائل اور بحرانوں کی گتھی سلجھانے میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ، انقلابات زمانہ اور روشن خیالی کی تحریک سے کاروان انسانیت نے جس جست عظیم سے زرعی معاشرت کو عبور کرتے ہوئے صنعتی دور میں قدم رکھا، لائق مطالعہ ہے کہ روایتی فکر پر غیر ضروری انحصار کیوجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کے برعکس اسلام ماڈرنٹی کی واشنگ مشین سے نہیں گزرا، یہ مطالعہ مسلم کمیونٹی اور فیملی یونٹ کی پسماندگی اور بحرانوں کو سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے

بقول اقبال قرآن مظلوم ترین صحیفہ آسمانی ہے۔ کہ اسکا مقصود و منتہا عصری مسلم رسم وآئین میں عنقا ہے۔ فکر اسلامیہ کے مینا و جام میں روح قرآں سے کشید کردہ شراب تو در کنار تلچھٹ کا احساس بھی نہیں ملتا۔ قرآن سیاق و سباق، نظم اجتماعی اور حتمی مفاہیم کے برعکس الفاظ و آیات کی انفرادیت اور شان نزول کی محدود معنویت کا پیکر بنادیا گیا ہے۔ اس رویے سے حیات کے جدید چیلنجز تو در کنار قدیم مسائل بھی نہیں سلجھ سکے۔ ایسی قرآن فہمی زندگی کو کاغذ کے پھول پہنا کر بہ ہنگام بارش سفر پر روانہ کرنے کے مترادف ہے۔ قرآن کے نظم اجتماعی کے بدون انفرادی آیات پر عرق ریزی سے بصیرت کے کچھ نادر و کم یاب گوہر تو ہاتھ لگتے ہیں، مگر وہ جاذب نظر ہیروں کا ہار ہاتھ نہیں آتا جسے حیات زیب گلو کرلے، یا یوں سمجھئے انفرادی آیات سے آپ کی دسترس تار حریر وریشم تک محدود ہو جاتی ہے، اطلس و کمخواب سے بنا حتمی فیبرک یا ملبوس ریشم آنکھ سے اوجھل رہتا ہے۔ یہ یک رخا عمل (Tunnel view) قرآن کے اس دعوے کا بطلان ہے کہ "یہ قرآن تمہارے رب کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو تضادات سے بھرپور ہوتا"۔ حل یہ ہے کہ پہلے تو قرآن کے اہم مضامین کو تصریف آیات، محاورہ عرب اور عصری علوم ومسائل کی روشنی میں سمجھا جائے۔ "ان مضامین کے باہم متحارب و متجاذب امتزاج سے جنم لینے والا آفاقی نظریہ ہی قرآن کا حقیقی مقصود و منتہا ہو سکتا ہے"۔[1]

قرآن نے کئی مقامات پر کہا ہے کہ زندگی کی ابتدا "نفس واحدہ" سے ہوئی تھی یا شروع میں تمام انسان ایک کمیونٹی تھے پھر انسانیت مختلف فرقوں اور گروہوں میں منقسم ہوگئی۔ اگر یہ منشائے ربی نہ ہوتا تو جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کا (یہیں دنیا میں) فیصلہ کر دیا جاتا[2]۔ مخلوق خدا کا کنبہ ہے، ارتقاء کی

---

[1]- Rahman, Fazlur, Major Themes of The Quran, Islamic Book Trust Kuala Lumpur, 1999, pp.xi-xvi.

[2]- ۱۰:۱۹; ۲:۲۱۳; ۲:۲۵۳

ابتدائی کڑیوں میں باہم اتفاق واتحاد سے امت واحدہ ہونااور آگے چل کر فرقوں اور گروہوں میں بٹ جاناایک فطری امر ہے۔ابتدا میں انسانیت سادہ جبلت اور سادہ فکری بنیادوں پر سنگل کمیونٹی تھی تاہم "یہ وحدت انسانی دانش اور اخلاق وسماج کے ارتقاءاور ترقی میں مانع ہوتی، اس لیے مشیت الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ اس خلقت عظیم کی فطرت میں اختلاف ومسابقت کا بیج رکھ دے تاکہ منزل حق تک پہنچنے کی راہ اختلاف وکشمکش، آزمائش وابتلاء اور جہد مسلسل سے عبارت ہو"۔ ظلم واستحصال کی اندھیر نگریاں اور امن باہمی کی رعنائیاں اسی سعی مسلسل کا نتیجہ ہیں کہ جب اپنے اپنے تصورات ونظریات اور مفادات کا کبر انسانی گروہوں کو میدان جنگ میں دھکیل دیتاہے تو جنگوں کی بھٹی سے نظریات ومفادات میں اعتدال آتاہے، صبر وصلح کی راہ ہموار ہوتی ہے۔یوں بقول ہیگل تھیس، اینٹی تھیس، سینتھس، تھیس، اینٹی تھیس، سینتھس کا کاروں چلتا رہتاہے، اور فکر انسانی زمانے کے سمندر سے گوہر فرد انکالتی رہتی ہے۔عجب نہیں کہ یہ کنبہ انسانی تجربے اور مشاہدے سے فکری ارتقاء کی وہ منزل حاصل کرلے جو نوع انسانی کی مشترکہ میراث ٹھہرے۔اقبال نے کہا تھا "جلد یا بدیر توحید کے پلیٹ فارم پر وحدت انسانی بنی نوع انسان کی حتمی منزل ہے۔اقبال (Composite Nationalism) کا تصور پیش کرتے ہیں جس کے تحت پہلے ملت ابراہیم یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام کلمہ توحید پر یکجا ہوں گے، زرتشتیوں کو چونکہ پیغمبر اسلام نے کمثل اہل کتاب قرار دیا وہ بھی اس ملت کا حصہ بن سکتے ہیں اور چونکہ کچھ افراط وتفریط کے باوصف سب مذاہب وحدانیت خداوندی پر یقین رکھتے ہیں، جلد یا بدیر توحید خداوندی پر سب مذاہب کا یکجا ہونا کاروان انسانی کا آخری پڑاؤ ہے"۔[۲]

قرآن بتاتاہے کہ ظہور اسلام سے قبل ہی عرب خمیر کے عمل سے گزر رہا تھا، کچھ نیک طینت ذاتی غور وغوض سے ایک خدا کے تصور پر پہنچ چکے تھے قرآن انہیں حنفا کہتاہے، مگر پیغمبر اسلام کا تصور توحید یکسر مختلف تھا کہ یہ روز اول سے سماجی اصلاحات کا متقاضی تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ معاشرے میں کمزور، غریب، ستم رسیدہ اور مظلوم افراد کی موجودگی اور ایک دوسرے کے مسائل سے طوطا چشمی اور دوسروں کی ضرورت سے استغناء یوم جزاء وسزا پر عدم ایمان ہے اور ایسے افراد کی نمازیں منافقانہ عمل ہیں، مکی عہد کی سورۃ ماعون سے یہی مترشح ہوتاہے۔توحید رسمی طور پر خدا کو ایک ماننے اور عبادت میں جت

۱- Redwood Books, Muhammad, Asad, The Message of The Quran, 1980, p.57.

۲- Malik, Fateh Muhammad, Article: Iqbal's Vision of a Composite Muslim-Christian-Jewish Nationalism, Published in Iqbal Review journal of Iqbal Academy, Pakistan April 2003. Also see The Guardian, London, and Thursday, June 20, 2002.

جانے کا نام نہیں ہے، خالص تصور توحید اس امر کا متقاضی ہے کہ اگر خدا ایک ہے تو نسل انسانی بھی ایک ہے، ارتکاز زر یا معاشی، سیاسی اور سماجی مواقع پر چند افراد کی اجارہ داری اور پھر نسل، زبان، کلچر اور عقیدے کی بنیاد پر ملت آدم کی مختلف طبقات اور قومیتوں میں تقسیم حقیقی تصور توحید سے روگردانی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کی (Chronological development) کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے دعوت کا آغاز وانجام نوع آدم کو بلا تفریق مذہب ونسل کیا۔قرآن نے جہاں مشرکین مکہ کو دعوت توحید دی وہاں یہودیت اور عیسائیت کو بھی ان کی الگ شناخت قائم کیے بغیر حق کی طرف مدعو کیا۔اے اہل کتاب آؤ حق کی طرف کہ تم راہ گم گشتہ ہو، یہ کتاب (قرآن) سابقہ کتب سماویہ کی تصدیق و تطبیق ہے۔

یہ پیغمبر اسلام ﷺ کا ایک خدا، ایک انسانیت کا تصور توحید ہے، مگر جب یہود و نصاریٰ اپنے موقف پر اٹل نظر آئے تو انہیں قوم موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا خطاب ملتا ہے، پھر انہیں حزب، گروہ، تفرقے کہا جاتا ہے جو صراط مستقیم سے منحرف ہوگئے۔پھر آہستہ آہستہ تورات وانجیل کا ذکر آنا شروع ہوتا ہے جب ان کے بہ دعوت رسول میلان کے امکانات مسدود ہوا چاہتے ہیں۔اگر خالق ایک ہے تو مخلوق بھی ایک ہے پھر ایک خدا ایک نسل آدم کا تصور کیوں روبہ عمل نہیں ہے؟تاہم ہجرت کے اٹھارہویں ماہ یہودیوں اور عیسائیوں کو الگ الگ کمیونٹیز اور مسلمانوں کو امت وسط قرار دیکر قرآن نے یہ الٰہیاتی مسئلہ سلجھا دیا کہا تم بہترین امت ہو نکلو انسانوں کو راہ حق کیطرف بلاؤ! ساتھ ہی کہا کہ ان (یہودیوں اور عیسائیوں) سے ان کی اور تم سے تمہاری شریعت کی بابت پوچھا جائے گا، فاستبقوا الخیرات: (اے مختلف شریعتوں کے متوالو!) اچھائی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ تحویل قبلہ پر یہودیوں کے اعتراض پر فرمایا، نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو، نیکی کی راہ تو اس کی راہ ہے جو اللہ، آخرت، ملائکہ، کتب سماویہ اور انبیاء پر ایمان لاتا ہے، اپنا مال خدا کی راہ، رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں اور سائلین پر خرچ کرتا ہے، غلاموں کو آزاد کراتا ہے، نماز کا قیام اور زکوٰۃ کا انصرام کرتا ہے، وعدے ایفا کرتا ہے، تنگی مصیبت اور خوف کی گھڑی ثابت قدم رہتا ہے ایسے لوگ قول کے سچے اور برائی سے بچنے والے ہیں۔[1] یہ تھا فہم اسلام جسے رسول اللہ ﷺ نے جماعت المسلمین کیساتھ تاریخ کے گوشت پوست میں پیوست کیا۔لہٰذ کثیر المذاہب دنیا عین منشائے الٰہی ہے، تاکہ کشمکش و مسابقت کے ماحول میں انسان دانش وفکر کی ارتقائی منزلوں کو عبور کرے، اے انسان! تجھے منزل بہ منزل ترقی و بلندی پر کاربند کیا گیا ہے۔[2] مندرجہ بالا پس منظر کے بعد قرآن کا فیملی یونٹ سے متعلق نکتہ نظر آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔

1۔ ۲:۱۷۷

2۔ ۸۴:۱۸

قرآن سماجی وسیاسی اقلیم پر ایک طرف جہاں بچوں، والدین اور معمر افراد خانہ پر مشتمل فیملی یونٹ کو مضبوط بنانے کی بات کرتا ہے بعینہٖ دوسری طرف قبائلی نظام کی قیمت پر ایک عظیم اخوت یعنی مسلم کمیونٹی کی تشکیل پر زور دیتا ہے۔ خونی رشتوں کے تقدس کی اہمیت بجا مگر قرآن صفحہ بہ صفحہ کمیونٹی کی بات کرتا ہے اور مدنی عہد میں یہ موقف زور وشور سے ابھرتا دکھائی دے رہا ہے۔ مواخات مدینہ اسی بیانیے کا عملی پیکر ہے۔ مسلمان باہم بھائی قرار دیے جانے کے بعد جماعت المسلمین کو ناقابل تقسیم و تسخیر اکائی اور سیسہ پلائی دیوار قرار دیا جاتا ہے۔[1] فتح خیبر کے بعد مال غنیمت کی تقسیم میں انصار مہاجرین کو خود پر وہ ترجیح دیتے ہیں کہ قرآن مومنین کا یہ خاصا بیان کرتا ہے کہ وہ دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کی اپنی حالت کتنی ہی پتلی ہو، اور جو شعلہ نفس کو بجھانے میں کامیاب ہوا وہی کامران وخوشحال ہوا۔

ممکن ہے کہ خاندان، خونی رشتوں اور کمیونٹی یا راہ حق و زہد و تقویٰ کے مفادات میں ٹکراؤ ہو تو بلا سمجھوتہ اولیں ترجیح موخرالذکر کو دی جائے گی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر کیلئے دعا اس لیے کی کہ وہ ان سے وعدہ کر چکے تھے۔[2] نوحؑ نے بیٹے کی نجات مانگی تو خدائے لم یزل نے اسے یہ کہہ کر ہلاک کر دیا کہ وہ آپ کے خاندان سے ہی نہیں ہے، آگے چل کر فرمایا کہ ہم نے نوحؑ کی ذریت (اولاد) کو بچا لیا گویا قرآن کے نزدیک اصل ذریت طبعی اولاد نہیں بلکہ نظریاتی پیروکار ہیں۔[3] ہم نے انسان کو والدین کیساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اگر وہ شرک پر مجبور کریں تو پیروی سے انکار کرو۔[4] پھر بغیر لگی لپٹی شفاف انداز میں فرمایا "کہہ دیجئے (اے پیغمبر) مومنو! اگر تمہیں تمہارے باپ، بیٹے، بھائی، رفیق حیات، قبیلے، دولت جو تم نے جمع کی ہے، تجارت جس میں کمی کا خوف تمہیں لاحق رہتا ہے، گھر جن میں تم خوش و خرم محسوس کرتے ہو، اگر اللہ اور اس کے حبیب سے زیادہ حبیب ہیں پھر منتظر رہو خدا کا تمہارے خلاف کیا فیصلہ آتا ہے۔ خدا ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا"۔[5]

ایسا اس لیے کہا گیا کہ کمیونٹی کے ذمہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ہے، قیام نماز وانصرام زکوٰۃ کی ذمہ داری ہے، جو جہد مسلسل کی متقاضی ہے اور ایسی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے جہاں عملی مخالفت

---

[1]۔ ۶۱:۴
[2]۔ ۹:۱۱۴
[3]۔ ۳۷:۷۷
[4]۔ ۲۹:۸
[5]۔ ۹:۲۴

اور دشمنی کیخلاف جہاد کا علم اٹھاناپڑتا ہے۔ تاہم عدل وانصاف اس قدر اہم ہے کہ اسکا دامن دشمن کیخلاف بھی تھامے رکھنا ہے۔[1]

قرآن کمیونٹی یعنی جماعت المسلمین کے درمیان کینہ پروری، بغض وعناداور نفاق کی حوصلہ شکنی کرتا ہے اے مومنو! اگر تم خفیہ ملتے ہو تو یہ مجلسیں گناہ، حد سے تجاوز یا پیغمبرؐ کیخلاف بغاوت پر مبنی نہ ہوں، یہ خفیہ اجلاس اور کانا پھونسی شیطانی عمل ہیں تاکہ جماعت المسلمین کے عامتہ الناس کو دکھ پہنچے۔[2] یہی وجہ ہے کہ قرآن کے نزدیک سیاسی پارٹیاں کمیونٹی میں کشمکش ومسابقت کا ماحول پیدا کرتی ہیں جو جائز ہے مگر یہ کمیونٹی کو منقسم نہ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اداروں اور افراد کی شخصی آزادیوں کو تسلیم کرنے کے باوجود اسٹیٹ (خدااور پیغمبر کی اتھارٹی کی علامت) کو بدرجہ اولیٰ اہمیت دیتا ہے اور بغاوت کی کڑی سے کڑی سزا متعین کرتا ہے۔ "جو خدااور رسول ﷺ (اسٹیٹ) کیخلاف ہتھیار اٹھائیں اور فساد فی الارض پر سربستہ ہوں، تہہ تیغ کردیے جائیں، مصلوب دار کیے جائیں، ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو یا پھر انہیں جلاوطن کردو، انہیں یہ ذلت ورسوائی اس جہاں میں ملے، آخرت کی سزا تو اس سے بھی شدید تر ہے، انہیں استثناء ہے جو تمہارے ہاتھ ڈالنے سے قبل توبہ کرلیں۔[3]

تاہم انسان کے بیشتر مسائل اس نکتہ نظر سے جنم لیتے ہیں جب وہ خود کو دوسرے سے برتر تسلیم کرتا ہے۔ یہ خمار کرہ ارضی پر انسان کے سوا کسی مخلوق کو نہیں ہوا، خطبہ حجۃ الوداع میں واضح طور پر فرمایا گیا کہ سب اولاد آدمؑ ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنا تھا، کرہ ارضی کے اندھیروں میں کوئی امتیاز نہیں ہے جبکہ آسمان کی روشنیوں اور چمک دمک میں فرق ہے، تقویٰ روشنی کی علامت ہے۔ جب ابلیس نے کہا کہ آدمؑ مٹی سے بنا ہے جبکہ میری تخلیق آگ (روشنی) سے ہوئی ہے تو اسے سجدہ کیوں کروں، بارگاہ ایزدی سے جواب آیا "فوقیت کی بنیاد نسل کے بجائے علم وتقویٰ ہے"۔[4]

خاندان کی بنیادی اکائی چونکہ خاوند اور بیوی ہیں تو مرد کی عورت پر برتری، افضلیت اور فوقیت کا مسئلہ زیادہ شدومد سے مسلم روایت کا حصہ ہے، جو قرآن واسلام کی بجائے زیادہ تر زرعی معاشرت کا ورثہ

---

[1]۔ ٥:٨، ٥:٢

[2]۔ ٥٨:١٠، ٥٨:٧، ٤:١١٤

[3]۔ ٥:٣٤-٣٣

[4]۔ Shariati, Ali,Man and Islam,FILINC 1974 Free Islamic LIT,INC, HOUSTON. P.4.

ہے۔صدیوں اور ملینئم پر مشتمل زرعی معاشرت نے مرداور بیل کو اپنی صنف مخالف سے مضبوط تر بنایا، پرانی تہذیبوں کے کھنڈرات میں بیل اور عورت کے مجسمے بہت کچھ چغل خوری کررہے ہیں۔

قرآن کے مطابق عورتوں کے مردوں پر ان کے فرائض کے مطابق حقوق ہیں، مگر مردوں کو عورتوں پر درجہ حاصل ہے،[1] لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ برتری یا تفاوت مردوں کے خمیر میں ہے یا پھر کارکردگی کی بنیاد پر ہے۔قرآن کہتا ہے "مرد عورتوں کے نگہبان ہیں، یہ اس لیے کہ خدا نے کچھ افراد کو کچھ افراد پر مہارت بخشی ہے اور کیونکہ مردوں پر عورتوں کے نان نفقہ اور دیگر اخراجات کی ذمہ داری ہے"۔[2] ثابت ہوا کہ مردوں کی عورتوں پر افضیلت کا انحصار معاشی کارکردگی پر ہے،قرآن کہتا ہے کہ تمام انبیاء بحساب منصب برابر ہیں، مگر جب کہتا ہے کہ کچھ کو کچھ پر افضیلت ہے تو یہ افضیلت بحساب کارکردگی ہے نہ کہ وہ یہ اپنے خمیر (Inherently builtin) میں لے کر پیدا ہوئے۔لہٰذا عورت جس قدر بذریعہ وراثت یا کمائی معاشی خود مختاری سے گھر اور اپنے اخراجات میں حصہ لیگی مرد کی برتری کم ہوتی چلی جائے گی کیونکہ بطور انسان خاوند کو بیوی پر کوئی برتری نہیں ہے ، مذہبی طور پر مرد وزن کلی طور پر برابر درجہ رکھتے ہیں "اہل ایمان میں سے جو اچھے اعمال لائے گا چاہے مرد ہو یا عورت جنت میں جائے گا"۔[3] بیشک مسلمین ومسلمات، مومنین ومومنات، قٰنتین اور قٰنتٰت، صادقین وصادقات، صابرین وصابرات، متصدقین ومتصدقٰت، خاشعین وخاشعٰت، صائمین وصائمات، حٰفظین وحٰفظٰت جو خدا کو یاد رکھتے ہیں، بیشک خدا کے حضور ان کیلئے معافی اور جزائے حسنہ ہے۔[4] یہاں ہمیں کوئی خوبی یا برائی ایسی نہیں ملتی جس پر صرف مرد کی اجارہ داری ہو۔ہم اس عہد جدید میں زمانہ وسطیٰ کے مائنڈ سیٹ کیساتھ جی رہے ہیں۔آج جبکہ عورت فضاؤں، ہواؤں، بحروبر غرض ہر شعبہ حیات میں مرد کے شانہ بشانہ جوہر دکھا رہی ہے اور صنعتی انقلاب اور کارپوریٹ کلچر نے عورت کیلئے موزوں حالات پیدا کردیے ہیں تو ضروری ہے کہ خاندان میں عورت کو برابری کا درجہ دیا جائے تاہم اس کلچر سے جوائنٹ فیملی سسٹم ٹوٹا ہے، نیوفیملی نے اس کی جگہ لی ہے اور قرآن اسے منع نہیں کرتا تاہم جوائنٹ فیملی سسٹم زیادہ سیکیور ومنفعت بخش ہے۔ہمارے مذہبی بیانیے میں جہاں عمومی طور پر مرد کو افضل ٹھہرایا گیا ہے وہاں ایک اور جزوی پہلو عورت کی نصف گواہی کا بھی ہے۔"قرض

---

[1]۔ ۲:۲۲۸

[2]۔ ۴:۳۶

[3]۔ ۴:۱۲۴، ۴۰:۴۰، ۱۶:۹۷

[4]۔ ۳۳:۳۵

کا لین دین چھوٹا ہو یا بڑا، لکھ لیا کرو، اور اس لکھت کے دو قابل اعتماد بالغ نظر گواہ مقرر کرو، اگر ایسے دو گواہ میسر آئیں تو ٹھیک ورنہ ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالیا جائے، تاکہ ایک بھولے تو دوسری اسے یاد دلا سکے۔"[1] قرآن دراصل کوئی بھی قانون طے کرتے ہوئے اس کی علت (Ratio legis) بتاتا ہے، یہ علت معاملے یا مسئلے کا جوہر ہوا کرتی ہے۔

یہ قانون درحقیقت اس علت کا ملبوس ہوا کرتا ہے، جب علت نہ رہے تو ملبوس ختم یا تبدیل ہو جائے گا۔ ہمارے روایتی علماء خواہ شان نزول کی مدد سے علت کا ادراک رکھتے ہیں مگر قانون کے لفظی مطلب سے ایسے چپک کر رہ جاتے ہیں بہ اصرار کہتے ہیں کہ گویا قانون ایک خاص پس منظر، صورت حال میں دیا گیا تھا اس کا اطلاق دائمی ہو گا۔ اسی نصف گواہی کا بیان لیجئے کہ نزول قرآن کے زمانے میں عورتوں کا تعلق تجارت وحساب کتاب سے واجبی سا تھا، باہر کا Exposure بھی نہ ہونے کے برابر کہ گھر سے باہر کے جملہ امور مرد نمٹاتا تھا ایسے میں کسی تجارتی لین دین کی بابت کہا گیا کہ اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ مقرر کر لیا جائے کہ ایک عورت اگر بھولے تو دوسری یاد تو دلا سکے، مگر آج عورت جب بینکنگ سیکٹر سمیت دیگر مالیاتی اداروں میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکی تو روایتی علماء کے نزدیک اب بھی عورت کی گواہی آدھی ہے، ہاں آج بھی پسماندہ دیہی علاقوں میں عورت کی حالت اگر وہی ہے تو اس کی گواہی کو نصف مانا جائے مگر ترقی یافتہ شہروں میں پڑھی لکھی عورت کو اگر پوری گواہی کا درجہ دے دیا جائے تو شاید دین کا کوئی کنکریٹ نقصان نہ ہو گا۔ اس مسئلہ میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔

اسلام اور قرآن شادی کیلئے کفو پر زور دیتا ہے کہ میاں بیوی خاندانی پس منظر، جاہ و جلال، علم و منزلت اور مزاج و عادات میں ہمسر ہوں تو یہ رشتہ بہت صاف و شفاف انداز میں چل سکتا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) اور حضرت زینبؓ کے نکاح و طلاق کی بابت قرآن کا موقف بیان کرتے ہوئے عبداللہ یوسف علی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے "Marriages are made on earth"۔[2] جوڑے زمین پر بنتے ہیں، اگر وہ زمینی حقائق سے ہم آہنگ نہیں تو چاہے رسول اللہ کی سفارش پر بنیں نہیں چل سکتے! اگرچہ قرآن نکاح و طلاق کیلئے میاں بیوی کے ایجاب و قبول اور مرضی کو کافی قرار دیتا ہے، تاہم ماں باپ یا ولی کی رضا اس لیے پسند کرتا ہے کہ بزرگ یا منجھے ہوئے زیرک افراد کے مخلصانہ فیصلے تجربے اور مشاہدے کی بنیاد

---

[1]۔ ۲:۲۸۲

[2]۔ Abdullah Yusuf Ali, The Holy Quran :Text, Translation and Commentary, Amana Corp. 1934, p.1117.

پر زیادہ صائب ہوتے ہیں، تاہم اس برق رفتار صنعتی دور میں شادی کو دو افراد کے بجائے دو خاندانوں کا بندھن سمجھا جائے تو زیادہ خیر سمیٹی جا سکتی ہے۔

اسلام کے سوشل فیبرک اور فیملی یونٹ میں کثیر الازدواجی کی اجازت اور پیغمبر اسلام کی خطہ عرب کی معروف رسم کے مطابق ایک سے زائد شادیوں کو مستشرقین نے رد و کد سے نشانہ تنقید بنایا ہے۔ غزوہ احد میں بڑی تعداد میں شہادتوں سے یتیم و بے کس اور بے سہارا عورتوں کا مسئلہ در پیش ہوا تو قرآن نے کہا کہ " جسے پسند کرو دو دو، تین تین، چار چار عورتوں سے شادی کرو، اگر تمہیں خوف لاحق ہو کہ تم ان بیویوں سے انصاف نہ کر سکو گے پھر ایک شادی پر اکتفا کرو، یہ محفوظ ترین راستہ ہے"[1] مگر قرآن بتاتا ہے کہ تم جتنی کوشش کر لو کثیر الازدوجی میں عورتوں سے انصاف نہ کر سکو گے "۔[2] چار عورتوں سے شادی کی اجازت، پھر ان کے مابین انصاف کی ضرورت اہمیت، اور انصاف نہ ہو سکنے کا کہا۔ روایتی طبقہ نے چار شادیوں کی اجازت کو (Permission Clause) کے طور پر برتا اور تقاضاہائے انصاف کو شوہر کے ضمیر پر چھوڑ دیا اور اس گنجائش سے فائدہ اٹھایا کہ انصاف نہ ہونے کی صورت عورت کو خلع کا حق ہے۔ اس نکتہ نظر کی کمزوری یہ ہے کہ وہ چیز خاوند کے ضمیر پر چھوڑ دی جائے جس کی بابت خود خالق کائنات نے فرما دیا ہے کہ اس کا تقاضا پورا کرنا کار گاہ ہستی میں محال ہے۔ اس لیے جدت پسندوں کے نزدیک کثیر الازدواجی کی اجازت ایک عارضی اور محدود مدتی فیصلہ تھا، ورنہ دائمی بنیادوں پر ایک شادی اسلام کا آئیڈیل اخلاقی اصول ہے۔ دراصل قرآن اپنے بیانیے میں بہ یک وقت قانونی اور اخلاقی پہلوؤں سے بات کرتا ہے۔ زمان و مکاں اور عمومی حالات و مقتضیات کے تحت قرآن قانون پیش کرتا ہے تاہم ساتھ ہی ایک دائمی اصولوں سے حتمی اخلاقی منزل کا تعین بھی کرتا ہے جس کی طرف معاشرت ارتقاء پذیر ہے یا جو معاشرت کا آئیڈیل اور مقصود و منتہا ہے۔ مثلاً قرآن نے وقتی ضرورت کے تحت غلامی کو قبول کیا کہ ایک جست میں قانون سازی سے اس کا خاتمہ محال تھا، مگر غلاموں کے حقوق اور گناہوں کے کفارے کیلئے غلاموں کی آزادی روزہ ٹوٹنے کی صورت غلام آزاد کرنے کی شرط اور دیگر حوالوں میں غلاموں سے نرمی اور حسن سلوک یا غلاموں کو آزادی خریدنے کا موقع بہم پہنچانا قرآن کا مقصود یہ تھا کہ ابن آدم کو غلامی زیبا نہیں ہے، مقصود و مدعا غلاموں سے پاک معاشرت ہے۔ بعینہ کثیر الازدواجی کی رسیا عرب معاشرت کو بہ یک جنبش قلم یک ازدواجیت پر مجبور نہیں کیا سکتا تھا۔ اس لیے میرے خیال میں قرآن نے معاشرتی مقتضیات پر کثیر الازدواجی کی اجازت تو دی

[1] ۔ ۴:۳

[2] ۔ ۴:۱۲۹

مگر حتمی منزل یک ازدواجیت کو ہی قرار دیا۔ جہاں تک پیغمبر اسلام کی شادیاں مغربی بیانیے میں زیر بحث ہیں تو اس سے صرف نظر کیوں کیا جاتا ہے کہ جب تک حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا زندہ رہیں پیغمبرؐ نے دوسری شادی نہ کی اور پچاس سال سے زائد عمر جو رخصت شباب کا وقت ہے اور ایسے میں سوائے حضرت عائشہ کے تمام بیوہ خواتین سے شادیاں شاید کچھ دیگر وجوہات پر ہوئیں، عرب کی اس قبائلی معاشرت میں شادیاں ہی مضبوط گٹھ جوڑ کا سبب تھیں۔ تاہم یاد رہے نہ یک ازدواجیت اور نہ ہی کثیر الازدواجیت ہر معاشرت اور موسم کیلئے منفرد اور منظور اسلام عمل ہے، اس کا انحصار سماجی اور موسمی حالات پر ہے تاہم موزوں حالات میں یک ازدواجیت اسلام کا آئیڈیل ہے۔ مغرب میں عورتیں معاشی طور پر آزاد ہیں، سوشل انشورنس اور سیکیورٹی کا سسٹم ہے، موسمی حالات بھی یک ازدواجیت کیلئے موزوں ہیں۔ مگر مسلم ممالک کا سوشل سیکیورٹی سسٹم اور صدیوں پر محیط مرد کی معاشی ذمہ داریوں نے عورت کو مرد پر انحصار سکھایا ہے تاہم صنعتی انقلاب اور سرکاری و پرائیویٹ سوشل انشورنس سے روشن ابھی بہار کے امکاں ہوئے تو ہیں، مسلم عورت کا معاشی خود انحصاری کی طرف سفر شروع تو ہوا ہے۔

عہد حاضر میں اسلامک فیملی سسٹم کیلئے ایک بڑا چیلنج پردہ، مخلوط نظام تعلیم اور مخلوط نظام سماج و معیشت ہے۔ تاہم عورت کو گھر کی چاردیواری تک محدود کرنا اسلام سے زیادہ زرعی معاشرت کی رسم ہے۔ برنارڈ لیوس لکھتے ہیں کہ "عالم اسلام نے عورت کو گھر کی چاردیواری میں محدود کر کے اپنی پچاس فیصد آبادی کو معیشت میں حصہ ملانے سے روک رکھا ہے"[1]۔ اگرچہ یہ ایک Sweeping Statement ہے مگر جزوی حقیقت بھی ہے روایت پسند مسلم گھرانوں کا تصور پردہ اس راہ میں حائل ہے۔ قرآن نے واقعہ افک کے تناظر میں امہات المومنین یعنی ازواج النبی سے کہا کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، سو جب گھر سے باہر نکلو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح پازیب کی جھنکار یا بناؤ سنگھار سے لیس ہو کر نہ نکلو، آج جدید معاشرت میں بھی مختلف ممالک کی خواتین اول کیلئے خصوصی پروٹوکولز ہیں تو قرآن نبی آخر الزمان کی بیگمات کو یہ تخصص کیوں نہ دیتا جو اخص الخاص ہیں۔ بہر حال فطری تھا کہ ان کے انداز عام مومنات بھی اپنائیں اور جب الگ طور پر مسلم خواتین کو سینے پر چادر لینے، جسم کے خطوط و ابھار اور زینت و کشش کے مقامات کو چھپانے کا بھی کہا گیا ہو۔ تاہم چہرے کے پردے سے متعلق روایت پسندوں اور جدت پسندوں کے مابین اختلاف ہے اور قرآن خاموش ہے تو عجب نہیں چہرے کا پردہ اسلام سے زیادہ زرعی معاشرت کی عطا ہے۔ رہا عورتوں اور مردوں کے اختلاط کا مسئلہ تو فتح ایران پر ایرانی معاشرت میں عورتوں اور مردوں کی تقریبات میں

---

[1] Lewis, Bernard, What Went Wrong.

علیحدگی خلیفہ ثانی کو پسند آئی اور اسلامک کلچر میں اسے اپنا لیا گیا، رسول اللہ اور خلیفہ اول کے زمانے تک خواتین مردوں کے ہمراہ باجماعت نماز ادا کیا کرتی تھیں خلیفہ دوم نے اس پر پابندی لگا دی۔ نہرو Glimpses of world History لکھتے ہیں کہ اسلام ایک لبرل مذہب تھا جس میں زرعی مائنڈ سیٹ کی معاشرت نے سخت پردے کا سوچا اور مسلم فاتحین نے پردہ ہندوازم کو تحفہ دیا جو خود اسلام یہاں کی آمد سے قبل پردے کا پابند نہ تھا۔ اجتماع حج کو نظیر بنالیا جائے تو شاید اسلام کو مخلوط تعلیم یا مخلوط ماحول کے اداروں میں عورت کی ملازمت سے کوئی ردوکد نہیں ہے، بشرطیکہ Sexual harrasment کے قوانین پر سختی سے عمل کیا جائے اور ریاست قومی اخلاق سازی پر بھرپور توجہ دے۔

عائلی حیات میں مرد و عورت کو جدید دانش ایک گاڑی کے دو پہیے قرار دیتی ہے، مگر قرآن کا اسلوب اس سے بھی شائستہ تر ہے کہ وہ دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے۔[1] مرد کیونکہ طاقتور پارٹنر ہے اسے کہا گیا ہے کہ اے اہل ایمان! تمہیں اجازت نہیں کہ تم اپنی عورتوں کی مرضی کے بغیر ان کی میراث میں سے لو، نہ ہی ان سے اس رقم کی واپسی کا تقاضا کرو جو تم انہیں تحفے میں دے چکے ہو سوائے اس کے کہ وہ فحاشی (زناء) کا ارتکاب کریں، ان کے ساتھ بخوشی نباہ کرو، خواہ تم انہیں (کچھ وجوہات) پر ناپسند کرتے ہو، یہ عین ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور خدا نے اس میں اچھائی رکھی ہو۔ مگر جب تم انہیں چھوڑ کر کسی اور سے شادی کرنا چاہو اور ان کو پہلے ایک بڑی رقم دے چکے ہو تو پھر اس رقم سے کچھ بھی واپسی کا تقاضا نہ کرو، کیا ایک واضح گناہ یا صاف برائی کی قیمت پر واپس لینا گوارا کرو گے، کیسے واپس لو گے جب کہ تم ان کی رفاقتوں سے محظوظ بھی ہوئے ہو اور ان سے کچھ عہد و پیماں بھی ہوئے ہوں۔[2]

زرعی معاشرت میں کثیر الاولاد ہونا پسندیدہ عمل تھا کہ زیادہ افرادی قوت اس معیشت کا جزو لاینفک تھی۔ جبکہ صنعتی معاشرت تعداد اولاد کی بجائے Human resource development کا تقاضا کرتی ہے اس لیے معاصر دانش کا تقاضا ہے کہ بچوں کی تعداد کے بجائے کوالٹی کنٹرول پر توجہ دی جائے۔ تاہم عرب کلچر میں بچیوں کی پیدائش پر ناک بھویں چڑھائے جاتے تھے اور بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا قرآن نے اس کی مذمت اور آخرت میں عذاب شدید کی وعید سنائی۔ میڈیکل سائنس کی ترقی نے بچیوں سے بچنے کیلئے اسقاط حمل (Abortion) کی راہ دکھائی ہے تو اسے بھی قتل ہی سمجھا جائے گا۔ مرد اور عورت میں تمام

1- ۲:۱۸۷

2- ۱۹:۵-۲۰

جانوروں کے برعکس Sex کا جزبہ زیادہ رکھاہے کہ اس ضرورت کے تحت وہ جڑے رہیں اور بچوں کی کفالت بھرپور انداز میں ممکن بنائی جاسکے۔

اسلام نے ہندوازم یا عیسائیت کے طرح نکاح کو اٹوٹ انگ نہیں بنایا بلکہ اسے ایک کنٹریکٹ یا معاہدہ قرار دیا ہے جو نامساعد حالات میں توڑا بھی جاسکتا ہے۔جب حدود اللہ کی خلاف ورزی کی طرف قدم بڑھتے دکھائی دیں تو باہم دشمنی کے بجائے خوش اسلوبی سے راستے جدا کر لیے جائیں، برصغیر کی مسلم معاشرت پر ہندووانہ اثرات کی وجہ سے حدود اللہ پامال ہونے کے باوجود نکاح کو بحال رکھا جاتا ہے،اس لیے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کم بختو! تم نے طلاق جیسی حلال چیز کو حرام کرر کھاہے۔مگر مذمت اس رویے کی بھی ہونی چاہئے کہ ہمارے سماج میں طلاق میاں بیوی ہی نہیں دو خاندانوں کے درمیان دشمنی پر منتج ہوتی ہے۔"اگر تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو اور انہیں تم نے نہ چھوا ہو اور نہ ہی مہر مقرر کیا ہو تو پھر بھی (عورت کا رشتہ ٹوٹنے اور دوبارہ جڑنے کیلئے جو نقصان ہوا ہے) اس کا ازالہ کچھ دے دلا کر کرو، مقدور والا اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حالت کے مطابق، یہ دستور کے مطابق ہو، محسنین کا شیوہ یہی ہے۔ اور اگر تم مہر مقرر کر چکے ہو مگر انہیں چھونے سے قبل طلاق دیتے ہو تو اس صورت میں مہر کا نصف دینا ہو گا الا یہ کہ عورت بخوشی معاف کردے یا مرد جس کے ہاتھ میں نکاح کا رشتہ ہے معاف کردے (یعنی نصف کے بجائے پورا مہر ادا کردے) تو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے، دیکھو آپس میں فیاضی (احسان اور بھلائی) مت بھولو خدا سے تمہارا کچھ مخفی نہیں ہے"۔[1] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ برصغیر پاک وہند میں طلاق الزامات ودشنام طرازی پر کیوں منتج ہوتی ہے؟ کیا ہم صنعتی دور جدید میں زرعی معاشرت کی عسکری ذہنیت کا ہنوز شکار نہیں ہیں؟ قرآن علیحدگی کا عمل خوش اسلوبی سے چاہتا ہے اور بچوں کی نگہداشت اور بھلائی قرآن کی اولیں ترجیح ہے جس کیلئے وہ دوبارہ شادی کی راہ ہموار کرتا ہے گرچہ مسلم روایت میں اس پر شاذ ہی عمل ہوا ہے۔"طلاق دو مرتبہ جائز ہے (دو مہینوں میں جس کے بعد رجوع کیا جاسکتا ہے)، پھر شوہر کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو اچھے طریقے سے رجوع کرلے یا پھر ازراہ کرم اسے آزاد کردے، اور تمہارے لیے جائز نہیں کہ جو کچھ دے چکے ہو اس کی واپسی کا تقاضا کرو، ہاں اگر شوہر اور بیوی کو اندازہ ہو جائے کہ یوں اللہ کے ٹھہرائے ہوئے واجبات وحقوق ادا نہ ہو سکیں گے (تو باہمی رضامندی سے ایسا ہو سکتا ہے) تو اگر تم دیکھو واقعی ایسی صورت پیدا ہو گئی ہے کہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے واجبات وحقوق ادا نہ ہو سکیں گے، تو پھر شوہر اور بیوی کیلئے اس میں گناہ نہ ہو گا اگر بیوی اپنا پیچھا چھڑانے کیلئے بطور معاوضہ اپنے حق میں سے کچھ دے اور شوہر لیکر علحدگی پر راضی

---

[1] ۔ ۲۳۷-۲:۲۳۶

ہو جائے۔۔۔۔اگرایک شخص نے رجوع نہ کیا طلاق دے دی(تو دونوں میں قطعی جدائی ہو گئی) اب شوہر کیلئے وہ عورت جائز نہ ہو گی جب تک کہ دوسرے مرد کے نکاح میں نہ آجائے، پھر اگر ایسا ہو جائے کہ دوسرا مرد (طلاق دے دے یا فوت ہو جائے) چھوڑ دے تو (مرد اور عورت از سر نو ملنا چاہیں) رجوع کر سکتے ہیں اس میں ان کیلئے کوئی گناہ نہیں ہے۔بشرطیکہ دونوں کی توقع ہو اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدبندیوں پر قائم رہ سکیں گے اور دیکھو یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدبندیاں ہیں، جنہیں وہ ان کیلئے جو (مصالح معیشت) کا علم رکھتے ہیں واضح کر دیتا ہے، جب ایسا ہو کہ تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی (عدت) پوری ہونے کو آئے تو پھر دو ہی راستے ہیں یا تو رجوع کر کے ٹھیک طریقے سے روک لو یا آخری طلاق دے کر ٹھیک طریقے سے جانے دو ایسا نہ کرو کہ انہیں نقصان پہنچانے کیلئے روکے رکھو(بیچ میں لٹکائے نہ رکھو، یعنی نہ رجوع کرو، نہ جانے دو) جو کوئی ایسا کرے گا اپنے ہاتھوں خود اپنا ہی نقصان کرے گا، اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ اللہ کے حکموں کو ہنسی کھیل بنالو، اللہ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو اس نے کتاب وحکمت میں سے جو کچھ نازل کیا ہے اور اس کے ذریعے تمہیں نصیحت کرتا ہے اسے نہ بھولو، اللہ سے ڈرو، تمہارا کچھ بھی اس سے مخفی نہیں ہے، اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی اور وہ (عدت) کی مدت پوری کر چکیں پھر انہیں اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر لینے کا اختیار ہے اگر وہ اپنے (ہونے والے) شوہروں سے مناسب طریقے سے نکاح کرنا چاہیں اور دونوں آپس میں رضامند ہو جائیں تو اس سے انہیں نہ روکو۔ تم میں سے ہر اس انسان کو جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس حکم کے ذریعے اسے نصیحت کی جاتی ہے، اسی میں تمہارے لیے زیادہ برکت اور زیادہ پاکی ہے، اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے"۔[1]

قرآن کے فیملی سسٹم کا ایک اور مسئلہ خواتین کا جائیداد میں حصہ سے متعلق ہے۔قرآن بیٹی اور دیگر خواتین خانہ کا جائیداد میں حصہ مقرر کرتا ہے، بیٹی کا بیٹے کے مقابلے میں نصف ہے، جدت پسندوں کی آرا منقسم ہیں کہ آیا کہ تبدیل شدہ حالات میں بیٹی کا جائیداد میں حصہ بھائی کے برابر کیا جانا چاہیئے یا نہیں، روایت پسند کہتے ہیں کہ کیونکہ لڑکی کو شادی کے وقت مہر ملتا ہے تو جائیداد میں چاہے آدھا ملے کوئی حرج نہیں۔ تاہم اسلام نان نفقہ اور دیگر اخراجات مرد کی ذمہ داری قرار دیتا ہے، اس لیے لڑکی کو لڑکے کا نصف ملنے سے انصاف مجروح نہیں ہوتا۔ تاہم پارلیمنٹ یا مجلس شوریٰ حالات کے جبر کی روشنی میں آرڈیننس کے ذریعے اہم فیصلے کرنے کی مجاز ہے۔

[1]۔ ۳۲۔ ۲:۲۲۹

تاہم یہ واضح رہے کہ قرآن کچھ مخصوص اصلاحات کے ذریعے معاشرے کے کمزور ارکان کو مضبوط بناتا ہے جیسے غرباء، یتیم، خواتین، غلام اور مقروض طبقہ، تاہم قرآن کی سماجی اصلاحات کو سمجھنے کیلئے قرآں کے قانونی اور اخلاقی احکامات میں فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایسا کرنے سے نہ صرف ہم قرآن کے مقصود و منتہا کو سمجھ سکتے ہیں بلکہ ان تہہ در تہہ مسائل کو حل بھی کر سکتے ہیں۔اس ضمن مسلم قانونی روایت نے قرآن کو قانون سازی کا ذریعہ سمجھنے کے بجائے اسے قانون کی کتاب ہی سمجھ لیا۔

تاہم زرعی معاشرت سے صنعتی معاشرت کی دہلیز پر قدم رکھنے سے جہاں کچھ خوش گوار تبدیلیاں آئی ہیں وہاں جوائنٹ فیملی سسٹم کے ٹوٹنے اور نیوکلئر فیملی سسٹم سے بحرانوں نے بھی جنم لیا ہے۔ صنعتی انقلاب کی پشت پر ڈیڑھ سو سال تک فلسفہ، تاریخ، اخلاقیات، فنون حکمت، ناول، ڈرامہ، تھیٹر، آرٹ اور ادب کی بدولت ایک مخصوص سماجی انقلاب سوار ہو کر آیا جس نے زرعی معاشرت کے مستحکم فیملی سسٹم کی چولیں ہلا دیں۔ فرد کی مدر پدر آزاد آزایوں کو اجتماعیت پر فوقیت دی گئی اور سرمایہ دارانہ نظام نے معاشرے کو تحلیل کر کے رکھ دیا۔ بے ہنگم آزادیوں کے ہنگام میں یورپ کا معاشرتی شیرازہ بکھر گیا، بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کی نفسیات نے جنم لیا۔ والدین اپنی عیاشیوں میں ڈوب کر بچوں کی کفالت سے سبک دوش ہوئے اور جب وہ جوان ہوئے تو بعینہ والدین فراموش کر دیے گئے۔ جنسی بے راہ رویوں کے سیلاب بلاخیز نے آلیا، بیسویں صدی کے آغاز تک پہنچتے پہنچتے نوبت بہ ایں جا رسید کہ تحریک آزای نسواں سے عورت اور مرد کی اخلاقی مساوات کا صور جو پھونکا گیا تھا وہ مرد وزن کی مساوات تک محدود نہیں رہ سکتا تھا، عورت نے صنعتی انقلاب سے میسر معاشی آزادی کو مرد کیخلاف استعمال کیا اور کہا کہ تاریخی طور پر مرد عورت پر ظلم کرتا آیا ہے، اب اس کے بدلے کا وقت آپہنچا ہے۔

اس تناظر میں Feminism کی تحریک نے عورت کو شتر بے مہار بنا دیا۔یورپ اور امریکا کی معاشرت پر تو اثر پڑا ہی مگر ممکن نہیں تھا کہ ایشیاء اور عالم اسلام اس تحریک سے متاثر نہ ہوتا۔یورپ کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت غالب تہذیب نے سماجی اعتبار سے بھی ایشیاء اور افریقہ کو متاثر کیا، یہاں کی جامعات میں سیکولر نظام تعلیم کی پروردہ دانش نے مغرب کے انقلابی لٹریچر کو بغیر تنقید کے من وعن تسلیم کیا اور اپنی معاشرت کے درخشندہ پہلوؤں کو تہذیب مغرب کی قربان گاہ میں لے جا کر قربان کیا۔ایشیاء اور عالم اسلام جو روحانی اور اخلاقی اقدار میں مغرب سے بدرجہا بہتر تھا، مرعوبیت کی آگ میں جل کر راکھ ہو گیا، اسے چاہئے تھا کہ مغربی رویوں کو تنقید کی سان پر پرکھ کر قبولتا مگر غلامی میں تو عقل و ہوش و رسم رہ اور زاویہ نگاہ بدل جایا کرتے ہیں۔ مغرب کی نقالی میں اہل مشرق نے اپنی تہذیب کو مسخرے کا لباس بنا لیا،

یورپی لٹریچر سے برپا Feminism کی تحریک نے اہل اسلام کی خاندانی معاشرت پر اثرات ڈالے، ایران کی قرۃ العین طاہرہ کے نظریات وافکار کا مطالعہ بہت کچھ بتاتا ہے، تاہم شاعر مشرق علامہ اقبال نے آزادی نسواں کی اس تحریک کے قرآن کے فیملی سسٹم پر مستقبل میں پڑنے والے اثرات کو بھانپ لیا تھا۔ یورپ کا براہ راست مشاہدہ اور مسلم معاشرت میں ہلچل اقبال کیلئے چشم کشا ثابت ہوئی۔

جاوید نامہ جو اقبال کے روحانی سفر پر مشتمل ہے جس میں اقبال مختلف آسمانوں اور سیاروں پر ارواح جلیلہ سے ملاقات کرتے ہیں اور زندگی کے رازوں سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ یہ کلام جہاں رومی، افغانی، غالب، قرۃ العین طاہرہ سمیت دیگر بزرگ شخصیات سے ملاقاتوں اور بحث کا احوال لیے ہوئے ہیں وہاں سیارہ مریخ پر ایک فرضی کردار اس عورت کا بھی ہے جو آزادی نسواں کی علمبردار بن کر نبی ہونے کا دعویٰ کر رہی ہے اور عورتوں سے وعظ و تلقین کرتی نظر آرہی ہے اقبال کہتے ہیں "اس کی آواز بے سوز اور آنکھ بے نم تھی، سینہ جوانی کے جوش سے محروم اور آئینہ دل اندھا تھا، وہ عشق اور آئین عشق سے بے خبر تھی، وہ ایسے ممولے کی طرح تھی جسے شہباز عشق رد کر چکا ہو (سراپا ہوس تھی)۔ وہ نبوت کا دعویٰ کر رہی تھی وہ بدن کے بھید کھلم کھلا بے حیا ہو کر بیان کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی

اے عورتوں، ماؤں بہنو! مرد کی معشوق بن کر زندگی کب تلک؟ مرد کا محبوب بننا مظلومی ہے۔ ہم دو گیسو سنوار کر مرد کو شکار بنالیتی ہیں، یہ فریب ہے وہ شکار ہو کر ہمیں شکار کر لیتا ہے، وہ کافر تمہیں دام فریب میں لا کر بیاہ کرتا ہے تمہیں درد و غم میں مبتلا کرتا ہے، اس کے پہلو میں آنا مصیبت ہے، اسکا وصل زہر اور جدائی مصری کی ڈلی ہے، مرد بل کھاتا سانپ ہے اس کے زہر کو اپنے خون میں مت ملاؤ! ماں بننے سے ماؤں کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے، کتنی مبارک ہے شوہر کے بغیر آزادی۔ وہ کہہ رہی تھی! مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے اور یہ وحی میری لذت ایمان کو بڑھا دیتی ہے۔ وہ وقت آنے والا ہے کہ جنین کو رحم مدر میں دیکھا جا سکے گا، اور اندازہ ہو جایا کرے گا کہ بچہ کتنے ماہ کا ہے اس کی حالت کیا ہے؟ وہ وقت آرہا ہے جب تم حیات کے کھیت سے اپنی مرضی کی فصل حاصل کر سکو گی بلکہ مرد کے لمس جنس اور نطفہ کے بغیر بھی بچہ حاصل کر سکو گی۔ اگر جنین یعنی بچہ ہماری مرضی کے مطابق نہ ہوا تو اسے ماردینا بھی ہمارا قانونی حق ہو گا، نئے نئے اسرار کھلنے والے ہیں۔ ماں کے پیٹ میں بننے والا بچہ اور ہی طریقے سے پرورش پائے گا، اس کی ماں کے پیٹ (رحم) کی رات (گزارے بغیر) ہی صبح ہو جائے گی، تاکہ وہ مرد یعنی سراپا شیطان مر جائے پرانے زمانے کے حیوانات کی طرح جن کا آج نشان نہیں ملتا۔ بے داغ گل لالہ شبنم سے بے نیاز مٹی سے اگتا ہے اے عورتو تم بھی مرد کے وسیلے کے بغیر اولاد پیدا کرو، تمہیں تو اب اپنے رحم میں رکھنے کی ضرورت بھی نہیں اب

اولاد آدم خودرو پودوں کی طرح معرض وجود آیا کرے گی۔ زندگی کے بھید خود بخود باہر آجائیں گے ۔ بغیر مضراب کے زندگی کے ساز سے نغمے پھوٹیں گے (جنسی فعل کے بغیر اولاد ہو جایا کرے گی)۔ جو کچھ بہار کے موتی برسانے والے بادل سے گرتا ہے اس کو نہ لے (یعنی مرد سے نطفہ نہ لے) اے سیپ اے صدف تو دریا کے نیچے پیاسی مر جا! اٹھ اور فطرت کیساتھ جنگ کر تاکہ تیری جنگ سے عورت آزاد ہو جائے، دو جسموں کے ربط سے آزاد ہونا ہی عورت کی توحید ہے، تو اپنی حفاظت آپ کر اور مرد پر ناز نہ کر۔ دوران گفتگو مولانا روم اقبال سے گویا ہوتے ہیں۔

آئین نو کے مذہب کو دیکھ، بے دین تہذیب کے نتائج دیکھ۔ آئین زیست و تہذیب عشق ہے، عشق کا ظاہر سوزناک و آتشیں ہے، اسکا باطن رب العالمیں کا نور ہے۔ عشق کے سوز دروں سے علم و فن نمو پاتے ہیں، آداب عشق کے بغیر دین ناپختہ ہے، دین کو ارباب عشق سے سیکھ، مریخ کی یہ نبی عورت جو کچھ کہہ رہی ہے، بے کار و باطل ہے کہ یہ رموز عشق سے ناواقف ہے"۔[1]

المیہ یہ ہے کہ افکار مغرب سے اسلام کا فیملی سسٹم مجروح ہوا ہے، لبرل سیکولر طرز تعلیم نے ہمارے دینی و تہذیبی فیبرک کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیے ہیں، ایک طرف مرد عہد جدید میں زرعی معاشرت کی اقدار سے چمٹا ہوا ہے دوسری طرف تعلیم یافتہ مسلم خواتین صدیوں پر محیط اقدار و اطوار کو جھٹک کر مغربی طرز پر آزادیوں کی خواہاں ہے جہاں مسلم مردوں کو نئی حقیقتوں اور انقلابات کو تسلیم کرنا ہو گا وہاں خواتین کو ماضی کی پختہ، آزمودہ، صدیوں سے بروئے کار روایات کا دامن تھامے جہان نو میں قدم رکھنا ہو گا، کہ ذرائع پیداوار بدلنے سے اقدار بدلتی ہیں ماضی اور حال کا خوبصورت امتزاج ہی اسلام اور قرآن کا مقصود و منتہا ہے، اس رویے سے مسلم کمیونٹی و فیملی یونٹ جن خطرات اور بحرانوں کا شکار ہے، خوبی فہم و عمل سے دونوں کو محفوظ و مضبوط تر بنایا جا سکتا ہے۔

غربیاں را زیرکی ساز حیات   شرقیاں را عشق راز کائنات
زیرکی از عشق گردد حق شناس   کار عشق از زیرکی محکم اساس
خیزو نقش عالم دیگر بنہ   عشق را با زیرکی آمیزدہ[2]

---

[1]- Javaid Nama(farsi aur Urdu tarjma), Muhammad Iqbal, Siddiqi Publications, p.154-158.

[2]- Javaidn Nama (Lahore, 1959, 71).